اسلامی معیشت

سود: عدل اور معاشی استحکام کا دشمن

ڈاکٹر محمد عمر چھاپرا ○

ترجمہ: میاں محمد اکرم

اسلام سود (ربا) کے لین دین کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلام ہی نہیں بلکہ دوسرے بڑے مذاہب، مثلاً یہودیت، عیسائیت اور ہندومت بھی اسے حرام کہتے ہیں۔ بائبل میں سود (interest) اور ربا (usury) میں کوئی فرق نہیں [1] اور سود لینے والوں کو مکار (wicked) کہا گیا ہے [2]۔ قرآن پاک بھی اسے حرام قرار دیتا ہے اور اعلان کرتا ہے: جو لوگ سود خوار ہیں، وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ حالت جنگ میں ہیں (البقرہ ۲: ۲۷۹)۔ سود کی حرمت پر تمام بڑے مذاہب کے یکساں سخت موقف کے پیچھے بہت مضبوط عقلی استدلال ہونا چاہیے۔ اس استدلال کو آج بھی اسی طرح مؤثر ہونا چاہیے۔

سود کی حرمت کے بارے میں یہ دلیل دی جاتی ہے کہ سود غریبوں کے لیے باعث آزار ہے اور عدل کے تقاضوں کے منافی ہے، لیکن سود کے خلاف یہی ایک عقلی دلیل نہیں ہے۔ رسولؐ اللہ کے زمانے میں قرض صرف غریب ہی حاصل نہیں کرتے تھے بلکہ قبائل اور تجارت پیشہ امرا بھی بڑے پیمانے پر شراکتی بنیادوں پر تجارت کرنے کے لیے قرض پر رقوم حاصل کرتے تھے۔ یہ ان حالات کا تقاضا تھا۔ مشکل راستوں، سخت موسمی حالات اور رسل و رسائل کے سست ذرائع کی وجہ سے تجارتی کاروانوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا، اور اس پر وقت بھی زیادہ صرف ہوتا تھا۔ مشرق یا مغرب کی طرف ایک سال کے دوران ایک سے زائد تجارتی سفر کرنا ممکن نہ تھا۔ رقم لمبے عرصے تک منجمد رہتی تھی۔ اس لیے کاروان تمام دستیاب وسائل کو مقامی برآمدی مال کی خرید کے لیے استعمال کرتے، اس تمام مال کو بیرون ملک فروخت کرتے، اور اسی عرصے کے دوران بیرون ملک سے مقامی ضرورت کی تمام اشیا خرید کر لے آتے۔

○ سینئر اکنامک ایڈوائزر، سعودی عرب مونیٹری ایجنسی (SAMA)۔ ۱۹۸۹ میں انھیں دو بین الاقوامی ایوارڈ شاہ فیصل ایوارڈ اور اسلامک ڈویلپمنٹ بنک ایوارڈ دیے گئے۔

اسلام سے پہلے وسائل کا محرک سود تھا۔ اسلام نے سرمایہ لگانے والے اور کاروباری فرد کے درمیان سود پر مبنی تعلق کو یکسر ختم کر دیا، اور اسے نفع اور نقصان کی بنیادوں پر استوار کیا۔ اس سے سرمایہ لگانے والا شخص کاروبار میں مناسب حصہ دار بن جاتا ہے اور رہزنی وغیرہ کی وجہ سے ہونے والے نقصان کی بنا پر مالی طور پر تباہ نہیں ہو جاتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گو اسلام کے نظام اقدار میں غریبوں کی مدد کرنے کو بہت زیادہ ترجیح دی گئی ہے، لیکن یہ سود کی حرمت کی واحد وجہ نہیں ہے۔ سب سے بنیادی وجہ سماجی و معاشی انصاف کی فراہمی ہے، جسے قرآن پاک تمام انبیا کی بعثت کا بڑا مقصد قرار دیتا ہے (الحدید ۵۷: ۲۵)۔

عدل محض ایک اصطلاح نہیں ہے۔ اس کے بہت سے عملی پہلو ہیں، جن میں سے سب سے اہم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو عطا کردہ وسائل کو اس طرح سے استعمال میں لایا جائے، کہ لوگوں کو بنیادی ضروریات کی فراہمی، مکمل روزگار، آمدنی و دولت کی منصفانہ تقسیم اور معاشی استحکام کے اعلیٰ انسانی مقاصد حاصل کیے جا سکیں۔

اہم بات یہ ہے کہ انسانیت کی بھلائی کے یہ مقاصد انسانیت نواز حکمت عملی اختیار کیے بغیر حاصل نہیں کیے جا سکتے۔ یہ حکمت عملی صرف سود کے خاتمے پر مبنی نہیں ہے، لیکن یہ اس کا اہم حصہ ضرور ہے۔ اس مقصد کے لیے مالیاتی اداروں کو ایکویٹی (equity) اور نفع و نقصان میں شراکت کی بنیادوں پر از سرنو ڈھالنا ہو گا، اور سرمایہ لگانے والے شخص کو نقصان اور نفع میں شریک کرنا ہو گا، اور اس کو کاروبار کے انجام سے قطع نظر، پہلے سے طے شدہ شرح منافع کا یقین نہیں دلایا جا سکے گا۔

۱۔ **کفالت عامہ**: سودی بنیادوں پر چلنے والے مالیاتی ادارے، قرض لینے والوں کے درمیان وسائل کی تخصیص کرتے ہوئے ان کی طرف سے مناسب ضمانت طلب کرتے ہیں کہ قرض خواہ ان کو نہ صرف اصل رقم لوٹا دے گا بلکہ اس کے پاس اتنی رقم ہو گی کہ کچھ زائد بھی ادا کر سکے گا۔ مالیاتی وسائل کا کیا استعمال ہو گا؟ یہ بنیادی اور فیصلہ کن عامل نہیں ہوتا۔ اس طرح مالیاتی وسائل کا رخ یا تو امیروں کی طرف ہوتا ہے، جو دونوں قسم کے معیارات پر پورا اترتے ہیں، یا حکومت کی طرف، جس کے بارے میں تصور ہے کہ وہ کبھی دیوالیہ نہیں ہوتی۔

تاہم امیر نہ صرف سرمایہ کاری کے مقاصد کے لیے قرض حاصل کرتے ہیں بلکہ دکھاوے اور نمایشی خریداری اور سٹہ بازی کے لیے بھی قرض حاصل کرتے ہیں اور حکومتیں بھی صرف ترقیاتی مقاصد اور عوامی فلاح و بہبود کے لیے ہی نہیں، بلکہ دفاع کے نام پر جنگی ہتھیاروں اور سفید ہاتھی جیسے منصوبوں کے لیے بھی قرض حاصل کرتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں نہ صرف غیرپیداواری اور مسرفانہ اخراجات بڑھتے ہیں بلکہ ملکی معیشت اور بیرونی ادایگیوں پر اثر پڑتا ہے، اور بنیادی ضروریات کی فراہمی اور ترقی کے لیے وسائل میں کمی آتی ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امریکہ جیسے امیر ترین ممالک، ہر طرح کے وسائل سے مالا مال ہونے کے باوجود اپنے تمام عوام کو بنیادی ضروریات فراہم کرنے سے کیوں قاصر ہیں۔

۲- **مکمل روزگار:** غیرپیداواری اور مسرفانہ اخراجات کے نتیجے میں--- جو سود پر مبنی مالیاتی اداروں کی وجہ سے فروغ پاتے ہیں--- دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں بچتوں میں کمی آئی ہے، حتیٰ کہ صنعتی ممالک میں بھی ۱۹۶۰ اور ۱۹۸۰ کے برسوں کے دوران خالص قومی بچت میں قومی آمدنی کے مقابلے میں چار فی صد کمی واقع ہوئی ہے [۳]۔ دنیا بھر میں بچتوں میں کمی کی وجہ سود کی حقیقی بلند تر شرح ہے۔ جس کے نتیجے میں سرمایہ کاری، ترقی اور بے روزگاری کی کم تر شرح وجود میں آتی ہے۔ بے روزگاری اس وقت دنیا کے تمام ممالک (بشمول صنعتی ممالک) کے لیے بہت ہی اہم مسئلہ ہے۔ ۹۰-۱۹۸۸ میں، او ای سی ڈی اور یورپ میں بے روزگاری کی شرح ۸.۶ فی صد تھی، جو ۷۳-۱۹۷۱ کے ۲.۹ فی صد کے مقابلے میں تین گنا زائد ہے [۴] اور مستقبل قریب میں اس کا اس سطح سے کم ہونا محال نظر آتا ہے۔ کیونکہ بے روزگاری کو بڑھنے سے روکنے کے لیے شرح نمو کا ۳.۵ فی صد ہونا ضروری ہے، جب کہ یورپ میں ۱۹۷۶ کے بعد سے لے کر آج تک شرح ترقی اس سے کم تر سطح پر ہے۔

زیادہ قابل تشویش بات یہ ہے کہ یہ بے روزگاری زیادہ تر نوجوانوں میں پائی جاتی ہے، اس سے ان کی انا مجروح ہوتی ہے، مستقبل پر ان کے یقین کو متزلزل کرتی ہے، معاشرے سے ان کی دشمنی کو بڑھاتی ہے، ان کی ذاتی اور مخفی صلاحیتوں کو نقصان پہنچاتی ہے۔

مکمل روزگار کی سطح کے حصول کے امکانات بجٹ کے تقاضوں، افراط زر بڑھنے کے اندیشوں اور مستقبل میں کم شرح ترقی کے جاری رہنے کی وجہ سے روشن نظر نہیں آتے۔ مسرفانہ اخراجات میں کمی اور بچت اور سرمایہ کاری میں اضافہ، اس میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک نجی اور سرکاری سطح پر معاشرتی اقدار اپنی چادر سے باہر پاؤں پھیلانے کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں اور سود پر مبنی مالیاتی ادارے قرض کے استعمال کو پیش نظر رکھے بغیر قرض کی سہولت دے کر اسے ممکن بناتے ہیں۔ تاہم اگر سود کو ممنوع قرار دے دیا جائے اور بنکوں کو سرمایہ کاری کے نفع اور نقصان دونوں میں شریک کروایا جائے تو وہ قرض دینے کے معاملے میں زیادہ محتاط ہوں گے، مسرفانہ اخراجات میں کمی آئے گی، پیداوارانہ سرمایہ کاری اور ترقی کے لیے زیادہ وسائل مہیا ہوں گے۔ اس کا نتیجہ زیادہ ترقی اور روزگار کے مواقع میں اضافے کی صورت میں نکلے گا اور بہ تدریج بے روزگاری میں کمی واقع ہو گی۔

۳- **وسائل کی منصفانہ تقسیم:** سود پر مبنی روایتی مالیاتی نظام میں مالیاتی وسائل کی غیر منصفانہ تخصیص عام طور پر تسلیم نہیں کی جاتی۔ آرن بگسٹن (Arne Bigsten) کے مطابق: "سرمایہ کی تقسیم زمین سے بھی زیادہ غیر مساوی بنیادوں پر ہے اور بنک کاری نظام اس غیر مساوی تقسیم میں مزید اضافہ کرتا ہے

(۵)- اس کی وجہ یہ ہے کہ سود پر مبنی مالیاتی ادارے زیادہ تر منصوبے کی پائیداری یا مالیات کے استعمال کو پیش نظر نہیں رکھتے بلکہ ان کے پیش نظر قرض کی واپسی کی ضمانت ہوتی ہے۔

بنکوں کی امانات (deposits) زیادہ تر معاشرے کے مختلف طبقات فراہم کرتے ہیں' لیکن اس کے فوائد زیادہ تر طبقہ امرا ہی سمیٹتا ہے۔

مشان (Mishan) نے بالکل درست کہا ہے: "دولت میں تفاوت بہت زیادہ ہے اور قرض دینے والے کے لیے یہ غیر منطقی رویہ ہو گا کہ وہ معاشرے کے امیر لوگوں کی طرح نادار افراد کو بھی قرض دے' یا دونوں کو ایک جیسی شرائط پر ایک جیسی رقوم فراہم کرے" (۶)۔ امریکہ کے چھٹے بڑے بنک "دی مورگن گارنٹی ٹرسٹ کمپنی" نے اعتراف کیا ہے کہ بنک کاری نظام چھوٹی کمپنیوں اور کاروباری سرمایہ کاروں کو مالیات کی فراہمی میں ناکام ثابت ہوئے ہیں اور فنڈ کی بہتات کے باوجود مقابلے کی قیمت (سود) پر بڑی کمپنیوں کے سوا دوسروں کو فنڈ (وسائل) فراہم کرنے کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے (۷)۔

اسلامی مالیاتی نظام مساویانہ شرکت کے حصول کے لیے زیادہ مفید ہے۔ نفع نقصان میں شرکت اور مالیات فراہم کرنے والے (ادارے) کو کسی بھی منصوبے کے مضبوط ہونے کے بارے میں سوچنے پر مجبور کرے گی اور اس کے نتیجے میں غریب لیکن مقابلے پر آنے والے آجر بھی مالیات حاصل کر سکیں گے' بشرطیکہ ان کے منصوبے مناسب ہوں۔ علاوہ ازیں چھوٹے اور درمیانے درجے کے بہت سے کاروبار بھی مالیاتی اداروں سے رقومات حاصل کر سکیں گے' بغیر اس کے کہ وہ ضمانت (collateral) فراہم کریں۔ اس کے نتیجے میں معاشرے کو غریب لوگوں کی کاروباری صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملے گا اور ان کی طرف سے پیداوار' روزگار اور لوگوں کی ضروریات کی تکمیل میں جو قیمتی کردار ادا کیا جا سکتا ہے' اس کا انھیں موقع ملے گا۔

اس قسم کے مالیات میں قرض کے نقصان کے بارے میں تشویش بلاوجہ ہے۔ زرعی ترقی کے لیے بین الاقوامی فنڈ کا تجربہ یہ ہے کہ غریبوں کو کاروباری مقاصد کے لیے دیا جانے والا قرض ان کی آمدنی میں سے زیادہ تیزی سے واپس کیا جاتا ہے (۸)۔ چھوٹے قرض کے معاملات میں اسی طرح کے نتائج دیگر مختلف ممالک میں سامنے آئے ہیں۔

۴- **معاشی استحکام**: آج کی معاشی دنیا میں شرح سود غیر مستحکم کرنے والا عنصر ہے۔ نوبل انعام یافتہ معیشت دان ملٹن فریڈمین نے امریکی معیشت کی ناہمواریوں کا سبب شرح سود میں اتار چڑھاؤ کو قرار دیا ہے۔ زیادہ شرح سود سرمایہ کاری کی منڈی میں بہت زیادہ غیر یقینی کی کیفیت پیدا کرتی ہے۔ یہ کل سرمایہ کاری شدہ سرمایہ پر کل منافع (سود + منافع) میں مسلسل اتار چڑھاؤ لاتی ہے اور یہ طویل المدتی سرمایہ کاری کے متعلق فیصلوں کو پورے اعتماد کے ساتھ کرنے کو مشکل بناتی ہے۔

شرح سود کی بدلتی شرحیں قرض لینے والوں، معیشت کے مختلف شعبوں اور مختلف ممالک کے درمیان مالیاتی وسائل کے اتار چڑھاؤ کا سبب بنتی ہیں، اور قرض پر مبنی سرمایہ کاری اور شرح مبادلہ میں غیر موزوں تبدیلیوں کا باعث بنتی ہیں۔ تغیرپذیر شرح مبادلہ کے نظام میں سود کی شرح میں ہر تبدیلی، کاروباری ناکامیوں کی شرح میں اضافے کا سبب بنتی ہے جس کی وجہ کاروباری افراد کی غیر مستعدی یا سستی نہیں بلکہ کاروباری منافع میں کمی ہے۔ کاروبار کی ناکامی کا مطلب نہ صرف کاروباری لوگوں کا اور سٹاک ہولڈرز کا مالیاتی نقصان ہے بلکہ اس کا نتیجہ روزگار، پیداوار، سرمایہ کاری اور پیداواری صلاحیت میں دور رس اثرات اور ناقابل تلافی کمی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ بلاشبہ ان تمام عوامل کے معاشی سرگرمی اور استحکام پر بہت اہم اثرات مرتب ہوتے ہیں، جب کہ مکمل طور پر حصہ داری کے نظام میں، کاروبار کے کل منافع میں سے آجر کا منافع، شرح منافع پر اور کاروبار کے آخری نتیجہ پر منحصر ہے۔ آجر اور سرمایہ کار کے درمیان منافع میں شراکت کی شرحیں سود کی طرح روز روز تو کیا مہینوں تک تبدیل نہ ہوں گی، کیونکہ اس کا تعین معروف طریقے اور مروج طریقے اور عدل کے تقاضوں کے پیش نظر ہوگا اور کاروباری معاہدے کے اختتام تک اسی سطح پر رہے گا۔ چونکہ کاروبار کا انجام کئی عوامل پر منحصر ہوتا ہے، اور غیر موزوں طور پر تبدیل نہیں ہوتا۔

قرضہ جاتی معیشت کے مقابلے میں حصہ داری کی بنیاد پر قائم معیشت زیادہ مستحکم ہوگی۔ اس بات کا اعتراف کئی مشہور و معروف مغربی معیشت دانوں نے کیا ہے جن میں ہائمن سائمنز، ہائمن منسکی اور جان رابسن شامل ہیں (۱۰)۔

خلاصہ بحث: یہ بات کسی پس و پیش کے بغیر کہی جا سکتی ہے کہ کسی بھی ایسے نظام کے لیے جو انسانی بھائی چارے پر یقین رکھتا ہو اور جس کا ہدف لوگوں کی کفالت عامہ، مکمل روزگار، آمدنی و دولت کی منصفانہ تقسیم اور معاشی استحکام ہو، سود کی حرمت لازمی جز کی حیثیت رکھتی ہے۔ نظام سرمایہ داری ان اہداف کا ادراک اس وجہ سے نہ کر سکا کہ اس نظام کے اہداف اور طریق کار میں بنیادی تفاوت پایا جاتا ہے۔ اس نظام کے اہداف، اپنے مذہبی پس منظر کی وجہ سے انسانیت پر مبنی ہیں، جب کہ اس کا طریق کار ڈارون کے بقاے اصلح (survival of the fittest) کے نظریے پر مبنی ہے۔

مختلف شعبوں میں وسائل کی تخصیص و تعیین کے سلسلے میں نظام سرمایہ داری بنیادی طور پر شرح سود کو پیش نظر رکھتا ہے، جس کا فائدہ طبقہ امرا کو پہنچتا ہے اور نتیجتاً نہ صرف ارتکاز دولت بلکہ مسرفانہ اخراجات میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس سے کفالت عامہ کا ہدف نگاہوں سے اوجھل ہوتا ہے۔ بچتوں، سرمایہ کاری، روزگار اور پیداوار میں اضافے کی شرح سست پڑتی ہے، اور اس کے نتیجے میں بنی نوع انسان کی فلاح کے ہدف کا حصول ناکامی سے دوچار ہوتا ہے (بشکریہ مجلہ سعودی ایرلائنز: اہلاً و سہلاً اکتوبر ۱۹۹۴ء)۔

حواشی

1. James Hastings, *Encyclopaedia of Religion and Ethics* (New York: Charles Seribner's Sons n.d.) Vol. 12, pp 555. See also John Noonan, *The Scholastic Analysis of Usury* (Cambridge, Mass: Harvard Univ. Press, 1957) p 20.

2. See: The Bible - Ezekiel, 18:8, 13, 7;22:12. See also Exodus, 22:25-27; Leviticus, 25:36-38; Deuteronomy, 23:19; Luke, 6:35.

3. See: Bank of International Settlements, *61st Annual Report*, 1 April 1990 - 31 March 1991, Basle 10 June 1991, p.32. See also OECD *Economic Outlook*, December 1991, p.21.

4. OECD *Economic Outlook*, December 1991, Tab.2, p.7.

5. Arne Bigsten,`Poverty, Inequality and Development, in Norman Gemell, *Surveys in Development Economics* (Oxford: Basil Blackwell, 1987), p 156.

6. E.S. Mishan, *Cost Benefit Analysis:* An Intorduction (New York, Praeger, 1971), p 205.

7. Morgan Guarantee Trust Co. of New York, *World Financial Markets*, January 1987, p .7.

8. See: *The Economist*, 16 February 1985, p.15.

9. Milton Friedman, `The Yo-Yo US Economy', *Newsweek*, 15 February 1982, p.4.

10. Henry Simons, Economic Policy for a Free Society (Chicago Univ. of Chicago Press, 1948), p. 320.

    Hyman Minsky, *John Maynard Keynes* (New York; Columbia Univ. Press, 1975) See also: Summary of Minsky's argument cited by Joan Robinson in `What are the Questions?', *Journal of Economic Literature*, December 1977, p .1331. The quotation on the instability of credit is from C.P. Kindleberger, *Manias, Panics, and Crashes* (London MacMillan, 1978), p.16.
    Joan Robinson, op.cit. p.1331

ترجمان القرآن کے پیغام کی اشاعت میں

اپنا حصہ ادا کیجیے — نئے خریدار بنایئے